

سورۃ العصر کا ایک درس

مفسرِ قرآن: حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ العالی، چریاکوٹ، یوپی

تفسیر

سورۃ العصر کا ایک درس

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری

۲۷, اپریل ۲۰۱۳ء بروز سنیچر ... تیسرا دن   بمقام: مدو سیٹھ کی مسجد، اسلامپورہ، مالیگاؤں
مفسرِ قرآن: حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی قادری مدظلہ العالی، چریاکوٹ، یوپی۔

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا۔ قرآنِ کریم اللہ رب العزت کی وہ کتاب ہے جو سرچشمۂ ہدایت ہے۔ جس کی تلاوت عبادت اور کارِ ثواب ہے۔ جس کو سمجھنا اور سمجھ کر پڑھنا مسلمانوں پر لازم ہے تاکہ اُس معبودِ حقیقی کے پیغام کو سمجھ سکیں جس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ پر اسے نازل فرمایا۔ تاکہ انسان ہدایت پاسکے۔ اور اپنی زندگی ایسی گزارے جیسا کہ اس کا رب چاہتا ہے۔ مالیگاؤں شہر ویسے بھی دینداروں کی بستی ہے۔ یہاں کے مسلمانوں میں اردو زبان زیادہ بولی، پڑھی، سمجھی اور استعمال کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے یہاں کے مسلمانوں کی دینی زبان بھی اردو ہی ہے۔ یہاں اسی زبان میں دین کا سرمایہ بھی زیادہ پایا جاتا ہے۔ زبان کی کثرتِ استعمال کے سبب یہاں کے مسلمانوں کو عربی الفاظ کے معنی و مفہوم سمجھنے میں زیادہ آسانی ہوگی۔ ویسے بھی یہ شہر غنیمت ہے جہاں اردو زبان میں ہی درس و تدریس ہوتی ہے۔ آج کل تو انگریزی زبان کا بڑا فیشن سا ہو چلا ہے۔ جدھر دیکھیے انگریزی میڈیم کے اسکول قائم ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اسلامی آداب و لحاظ نیز اسلامی اقدار ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ اس طرح مالیگاؤں شہر غنیمت ہے کہ یہاں اردو زبان کے ساتھ اسلامی اخلاق و آداب اور دینی شعور و مزاج اب تک باقی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ (مفہوم) ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن کے محض نقوش باقی رہیں گے۔ اول تو قرآن پڑھیں گے نہیں اور اگر کچھ لوگ پڑھیں گے بھی تو وہ سرسری طور پر محض تلاوت کریں گے۔ اور بہت کم ہوں گے جو اس کے معنی و مفہوم اور پیغام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ خیر ابھی تو وہ زمانہ آیا نہیں ہے۔ لیکن مسلمانوں کی بے حسی دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے اب وہ زمانہ قریب ہی ہے۔ آج کا دن اس مدو سیٹھ کی مسجد اسلامپورہ میں درس قرآن کا تیسرا دن ہے اور آج کے دن کے لیے میں نے "سورۃ العصر" کا انتخاب کیا ہے۔

"سورۃ العصر" قرآن کریم کی دوسری سب سے مختصر سورۃ ہے۔ جب کہ قرآن کریم کی اس سے بھی مختصر جو سورۃ نازل ہوئی وہ سورۃ کوثر ہے۔ سورۃ العصر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "والعصر" یہ اس کی پہلی آیت ہے جو واؤ کے ساتھ شروع ہوئی۔ عربی قاعدے کے حساب سے یہاں حرف "واؤ" قسم کے لیے آیا ہے، نہ کہ حرفِ عطف کے طور پر۔

لفظ عصر کے معنی ہوتے ہیں "زمانہ"۔ جیسا کہ اردو زبان میں بھی یہ لفظ اسی معنی و مفہوم میں رائج ہے۔ مثال کے طور پر کسی کو محدثِ عصر کہا جاتا ہے۔ یعنی اس زمانے میں بڑا محدث۔ اسی طرح اکثر اخباری زبان میں "عصرِ حاضر" پڑھنے میں آتا ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے "زمانہ جاری"۔ یہاں پر والعصر فرما کر اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم یاد فرما رہا ہے۔ والعصر یعنی قسم ہے زمانے کی۔ عصر سے مراد یہاں زمانہ ہے یعنی مطلق زمانہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب! مجھے قسم ہے زمانے کی ایک معنی تو یہ ہوا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے نسبت والی بعض چیزوں کی قسم یاد فرمائی

ہے۔ کہیں کہا گیا لا اقسم بھذ البلد وانت حل بھٰذ البلدْ" اے محبوب ! مجھے قسم ہے اس شہر کی جس میں آپ تشریف فرما ہو۔" یہاں پر اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم یاد فرمائی ہے۔

اسی طرح بہت سارے مفسرین نے "والعصر" کے مفہوم میں زمانہ مطلق کے بجائے اس زمانۂ خاص کو مراد لیا ہے جس زمانے میں رسول اکرم مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر اپنی ظاہری حیات کے ساتھ اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اس طرح دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ یعنی "خیر القرون" کی قسم یاد فرمائی ہے۔ اسی طرح بعض مفسرین نے والعصر سے مراد نمازِ عصر کا وقت (زمانہ) بھی لیا ہے۔ کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے عصر کی نماز کے وقت کی قسم یاد فرمائی ہے۔ اس لیے کہ یہ نماز درمیانی نماز ہے۔ دو نمازیں فجر اور ظہر دن کے ابتدائی حصے میں پڑھی جاتی ہیں اور دو نمازیں یعنی مغرب اور عشا دن کے آخری حصے میں ادا کی جاتی ہیں۔ اس طرح نمازِ عصر درمیانی نماز ہوئی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ (مفہوم) نمازِ عصر کی فکر کرو، کیوں کہ یہ بڑی خطرے والی نماز ہے۔ خطرے والی نماز سے مراد یہی ہے کہ یہ دن کی درمیانی نماز ہے۔ اس لیے اس کے چھوٹنے یا قضا ہونے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ عام طور سے عصر کے وقت لوگ اپنے دھندے بیوپار، تجارت، نوکری یا دیگر مصروفیات میں منہمک ہوتے ہیں۔ یا پھر شام کے ایسے وقت میں لوگ اپنے گھروں، دکانوں اور دیگر مقام سے اپنی مصروفیات کے سبب باہر نکلتے ہیں۔ تجارت، خرید و فروخت یا سیر و تفریح کے لیے ایسے حالات میں بھی اس کے چھوٹنے یا قضاء ہونے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں بعض مفسرین نے یہ معنی لیا ہے کہ والعصر فرما کر اللہ تعالیٰ عصر کی نماز کے وقت کی قسم یاد فرما رہا ہے۔ تاکہ اس نماز کی اہمیت کو واضح کر دیا جائے۔ قرآن پاک میں بھی نمازِ عصر ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ حافظوا علی الصلواۃ والصلوۃ الوسطیٰ۔

ترجمہ: تمام نمازوں کی پابندی کرو۔ خاص کر درمیانی نماز یعنی نماز عصر کی، اکثر مفسرین نے صلوٰۃ وسطیٰ سے نمازِ عصر ہی مراد لی ہے۔

حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ جس نے نماز عصر ترک کر دی گویا اس کا مال اور اولاد تباہ و برباد کر دیے گئے۔ اس حدیث سے بھی عصر کی نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگانِ دین اور اسلافِ کرام نے بھی اس نماز کی خاص پابندی اور حفاظت کی ہے۔ بزرگانِ دین کا تو طریقہ رہا ہے کہ وہ تمام ہی نمازوں کی پابندی کیا کرتے تھے۔ بلکہ کسی وجہ سے محض جماعت کے ترک ہو جانے پر بڑے رنجیدہ اور غمگین ہو جایا کرتے تھے۔ اول تو جماعت چھوٹتی ہی نہ تھی۔ اس ضمن میں حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا کسی اور بزرگ کا ایک واقعہ یاد آتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے آپ کی نماز عصر جاتی رہی۔ آپ بہت رنجیدہ اور غمزدہ ہوئے۔ کہنے لگے ہائے افسوس !آج کسی نے بھی میری عیادت اور تعزیت نہ کی۔ اگر میرا بیٹا انتقال کر جاتا تو لوگ مجمع کرتے، تعزیت کرتے اور مجھے پرسہ و تسلی دیتے جب کہ فرمایا گیا کہ جس کی نماز عصر جاتی رہی گویا اس کے مال اور اولاد سب کے سب تباہ و برباد کر دیے گئے۔ یہ تھا ہمارے بزرگوں اور اسلافِ کرام کا خوف و خشیتِ الٰہی کا معاملہ۔ اور ایک ہم ہیں کہ اول تو نمازیں پڑھتے ہی نہیں۔ دوم یہ کہ اگر پڑھتے بھی ہیں تو کچھ پڑھ لی کچھ چھوٹ گئی اور ہمیں اس کا ذرا افسوس بھی نہیں ہوتا۔

یاد رکھیے ! نماز اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ یہ کسی بھی حال میں معاف نہیں۔ نماز وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ تارکِ نماز کے لیے سخت عذاب کی وعیدیں آئی ہیں۔ حدیث میں آیا ہے بندہ نماز میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور نماز میں بھی سجدہ ایک ایسا عمل ہے جہاں خالق و مخلوق کا فاصلہ انتہائی کم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! اگر اپنے رب سے قریب ہونا چاہتے ہو تو نمازوں کی پابندی کرو۔ یاد رکھو! جو اپنے ربّ سے قریب ہوا وہی خوش نصیب ہے اسی کا بیڑا پار ہے۔

حدیث شریف میں مال اور اولاد کے تباہ و برباد ہونے کی بات پر کسی ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ فلاں شخص تو بالکل ہی نمازیں نہیں پڑھتا پھر بھی کتنا مالدار ہے ؟ تو ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ ان نمازوں کی پابندی کرنے والا ہوتا تو اس کے حصے میں اس سے بھی زیادہ رزق ہوتا، جتنی کہ مال داری فی الحال اسے میسر ہے مال داری اور خوشحالی ہمیشہ خدا کی خوشی کی وجہ سے نہیں ملتی بلکہ بسا اوقات مال کی فراوانی بطور امتحان و آزمائش بھی ہوا کرتی ہے۔ کیا فرعون اور قارون کی حکومت و دولت اس سبب سے تھی کہ اللہ ان سے راضی تھا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ خدا کی طرف سے ڈھیل تھی پھر اس کی پکڑ سب سے سخت ہے کہ کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ آج کل اکثر افراد تنگیِ رزق کی شکایت کرتے ہیں ان کو بھی نصیحت ہے کہ وہ نمازوں کی پابندی کریں۔ انشاء اللہ اُس کی برکت سے فراخیِ رزق عطا ہوگی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ جو سورج نکلنے تک سوتا رہا اُس کا رزق تنگ کر

دیا جاتا ہے۔صبح دیر تک سونے سے رزق سے برکت چلی جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ آج کل صبح کا سونا فیشن بنتا جارہا ہے۔

اس ضمن میں صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ مصنّف بہارِ شریعت کا واقعہ بھی یاد آتا ہے کہ آپ اجمیرِ مقدس کے دارالعلوم عثمانیہ معینیہ میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے۔آپ کو سخت بخار ہوا۔ بخار کی حالت بھی ایسی کہ بالکل غنودگی اور بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور اسی عالم میں آپ کی نمازِ عصر قضا ہوگئی۔ جب حالت میں کچھ سدھار ہوا تو آپ نے فوراََ وقت دریافت فرمایا۔ پتہ چلا کہ مغرب کا وقت آگیا ہے۔آپ نے فوراََ نمازِ مغرب اور ساتھ ہی عصر کی قضا بھی ادا کی اور بہت دیر تک زار و قطار روتے رہے۔آپ کے چہیتے اور ہونہار شاگردوں میں سے ایک حافظ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تھے جو حافظِ ملّت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی کے نام سے مشہور ہوئے اور جنہوں نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کی بنیاد ڈالی، اُنہوں نے آپ سے رونے کا سبب دریافت کیا۔اور کہا کہ حضور آپ جس بیماری کی حالت میں تھے اُس حالت میں تو نماز کی عدم ادائیگی اور جماعت میں شریک نہ ہونے پر مواخذہ نہیں ہے۔پھر آپ کیوں اتنا بے چین ہیں؟ دیکھیے ایک شاگرد اپنے استاد کو مسئلہ بتارہا ہے۔ خیر! آپ نے فرمایا، میرے بیٹے یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن یہ نقصان کیا کم ہے کہ اپنے ربّ کی بارگاہ کی ایک وقت کی حاضری چھوٹ گئی۔ قضا تو میں نے پڑھ لی، لیکن اُس وقت کو کہاں سے لائوں جس میں اپنے ربّ کی بارگاہ کی حاضری کا شرف مجھ سے جاتا رہا۔ اللہ اکبر! یہ تھا ہمارے اکابر اور بزرگانِ دین کا تقویٰ اور خشیّتِ الٰہی کا جذبہ۔ اورایک ہم ہیں کہ نمازوں کی ادائیگی سے لاپروائی برتتے ہیں اور احساسِ زیاں بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم جن بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا نعرہ لگاتے ہیں اِن ہی بزرگوں کی عملی زندگی کو اپنے لئے راہِ حیات بنائیں۔

بہرحال یہ تو ہوا۔" والعصر" کا مختصر مفہوم۔ اب آگے بڑھیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انّ الانسان لفی خسر۔ معنی یہ ہوا کہ بے شک انسان خسارے میں ہے۔ پچھلی آیت کے ساتھ اگر اسے دیکھیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ اے محبوب! قسم ہے زمانے کی، بے شک ! انسان خسارے میں ہے۔ اب یہاں خسارہ یعنی نقصان کن معنوں میں ہے؟ آئیے اسے سمجھتے ہیں۔ سب سے پہلے تو وہ انسان جسے دولتِ ایمان نہیں ملی وہ نقصان میں ہے کہ اصل دولت ایمان ہے جو اُس سے محروم رہا تو دنیا و آخرت سب برباد ہوئی۔ دنیا میں بھی بے ایمان ہوکر خسارے میں رہا اور مرنے کے بعد ابدی جہنم کا حقدار ہوکر خسارے میں رہا۔یہاں خسارے کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خسارے میں فرمایا۔اِس لفظ انسان میں کافر بھی شامل ہیں اور مسلمان مومن بھی۔ کافروں کا خسارہ تو بیان ہوا۔ اب اہلِ ایمان کا خسارہ کیا ہے؟ تو وہ یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد اگر نیک اعمال نہیں کریں گے، فرائض و واجبات کی ادائیگی نہ کریں گے، برائیوں میں ملوث رہیں گے، نیکیوں میں سستی اور غفلت برتیں گے تو خسارہ اٹھائیں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے، رزق سے برکت اٹھ جائیگی، مصیبت اور پریشانیوں میں گرفتار ہوں گے۔ جو مسلمان مومن جتنا زیادہ دین سے دور ہوگا اتنا زیادہ نقصان اور خسارے میں ہوگا۔ اور جو اللہ کے نیک بندے جتنا زیادہ تقویٰ وطہارت سے دور ہوں گے اتنے ہی خسارے میں ہوں گے، اور پھر اس خسارے کی اسی قرآن مجید نے آگے وضاحت بھی فرمادی کہ بیشک انسان خسارے میں ہے۔ لیکن الا الذین آمنوا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے یعنی یہاں کافروں کو ایمان والوں سے الگ کردیا گیا۔ اور بتادیا گیا کہ اول خسارے میں کافر ہیں جو ایمان نہیں لائے۔ لیکن جو ایمان لائے اور مسلمان مومن ہوئے وہ ان کافروں سے کم خسارے میں ہیں۔ اور جو مزید تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرے، وہ عام مسلمانوں سے کم خسارے میں ہیں۔ پھر فرمایا گیا، وعملوا الصالحات، اور جنہوں نے ایمان کے بعد عمل صالح کیا۔ اب یہاں ایمان والوں کے درجات متعیّن کیے جارہے ہیں کہ ایمان والے اگر چہ کافروں سے کم خسارے میں ہیں لیکن جنہوں نے عملِ صالح کیا اور پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام و فرامین پر خلوصِ دل سے عمل کیا وہ ان سے بھی کم خسارے میں ہیں۔ پھر فرمایا گیا و تواصوا بالحق۔ اور جنہوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی۔ دیکھیے یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ مسلمان، اہلِ ایمان پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کو غلط راہ پر دیکھیں تو انہیں حق کی تلقین کریں اور حق کی تلقین کرتے وقت ضروری ہے کہ باطل کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت کی جائے۔ جو لوگ گمراہ ہیں، بدمذہب ہیں، بدعقیدہ ہیں، ان کی نشاندہی کی جائے تب ہی تو حق کی وضاحت ہوگی نا۔ جب اندھیروں کا علم ہوگا تب ہی روشنی کی اہمیت و افادیت واضح ہوگی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق کی تلقین کرنا یعنی باطل، گمراہ اور بددین کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے بچنے کی ہدایت کرنا، نصیحت کرنا بھی اہلِ ایمان کا فریضہ ہے اور خسارے سے دوری کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے جو یہ کہتے ہیں کہ کسی کو برا مت کہو۔ آج کل کے

بدمذہب وگمراہ فرقوں کے افراد وغیرہ کی برائیاں جب تک بیان نہیں کی جائینگی تب تک ان کی گمراہیت سامنے کیسے آئے گی؟؟ سمجھ میں یہ آیا کہ وہ ایمان والے کم خسارے میں ہیں جنھوں نے ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی بہ نسبت ان کے جنھوں نے ایمان لانے کے بعد محض عمل صالح کیا۔ فرائض و واجبات ادا کرتے رہے، اپنے اعمال کو سدھار لیے لیکن دوسروں کو حق وہدایت کی تلقین اور نصیحت نہیں کی، انہیں گمراہیوں اور بد اعمالیوں میں پڑا دیکھتے رہے۔ وتواصوا بالحق کے بعد آگے فرمایا گیا و تواصوا بالصبر۔ اور جنھوں نے صبر کی تلقین کی۔ یعنی جو ایمان اور حق والے مصیبت، رنج اور تکلیف میں پڑتے ہیں انہیں صبر کی تاکید کرتے ہیں، اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی تلقین کرتے ہیں وہی کم خسارے میں ہیں۔ اب اس کو اس طرح دیکھا جائے کہ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ زمانے کی قسم یاد کر کے اپنے پیارے حبیب ﷺ سے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے محبوب! بیشک انسان خسارے میں ہے لیکن وہ لوگ (انسان) جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے رہے وہ خسارے سے دور ہیں۔ ایک نکتہ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ انسان تو خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے وہ خسارے میں نہیں ہیں۔ بلکہ فائدے میں ہیں اور وہ مزید فائدے کے حقدار ہیں جو ایمان بھی لائے، عملِ صالح بھی کیا، لوگوں کو حق کی تلقین بھی کرتے رہے اور صبر کی تلقین ونصیحت بھی کرتے رہے۔ یعنی خسارے سے بچنا ہی فائدے کے حصول کی ضمانت ہے۔

قرآن کریم میں صبر کرنے کی بار بار تاکید آئی ہے اور صبر کرنے کا صلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرما دیا کہ میں صبر کرنے والے کے ساتھ ہوں اور صبر کا اجر بے حساب ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے انما یو فی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب ۔ جو لوگ ایمان لاکر عمل صالح کرتے ہیں، دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے محنت، کوشش اور جدو جہد کرتے ہیں، اسلامی تعلیمات پر عمل کے لیے تگ و دو کرتے ہیں تو انہیں مصیبت، تکالیف اور آزمائشوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ایسے وقت میں بھی انہیں اللہ تعالے کا شکر ادا کرتے ہوئے صبر کرنا چاہیے اور اس کی رضا پر راضی رہنا چاہیے۔ اور جو ایسا کرے گا وہی کامیاب ہوگا۔ وآ خردعوانا عن الحمد للہ ربّ العالمین۔

☆☆☆☆

یہ مضمون ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، انڈیا (اکتوبر 2013) سے لیا گیا ہے